زندگی کے بارے میں قرآنی حقائق اور سائنسی نظریات: ایک تحقیقی مطالعہ

Qura'nic & Scientific Facts about Life: A Research Study

محمد لطیف خان☆

ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی☆☆

Abstract

History gives us some glimpses of the discussions of Greek scholars and theologians about life and its existence in the Universe. They discussed life in their own philosophical way. Since then various philosophers and scientists depicted different notions and coined diverse definitions of life. But none of them is explicit in giving us a vivid description which could encompass the life with its totality. Holy Quran is the source of all the information. External truths and principles elaborated in it are final, unchallengeable and testified. A large number of the people are well versed in teachings of Holy Quran but have insufficient knowledge of science and vice versa. Some hold the opinion that religion and science should have equal sway in the affairs of life. These people are often hesitant about the Right and the Wrong.

Another group has tried to harmonize the scientific notions with religious injunctions by elaborating holy verses in the light of scientific achievements. The fact remains that the holy Quran is not a scientific book. Its teachings are eternal Truth. This book helps to understand different riddles of science and enhances its research-oriented progress of the world.

After this brief elaboration scientific notions and Qura'nic realities are being presented with genuine opinions of some learned scholars, theologians and scientists. A section have a clear understanding of the topic that there is no fundamental conflict between faith and science, as science and religion generally pursue knowledge of the universe using different methodologies.

☆ پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ قرآن وتفسیر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

☆☆ چیئرمین، شعبہ قرآن وتفسیر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

زندگی کے بارے میں معلوم تاریخ میں سب سے پہلے یونانی حکماء نے بحث کی اور اپنے انداز میں زندگی کی وضاحت کی۔ تب سے اب تک زندگی کے بارے میں فلاسفہ اور سائنس دانوں نے زندگی کے بارے میں مختلف نظریات بیان کیے اور زندگی کی مختلف تعریفیں کیں۔ زندگی کے بارے میں سائنس دانوں یا فلاسفہ کا نکتہ نظر تا حال واضح نہیں ہے۔ اس کا ثبوت زندگی کے بارے میں دو سو سے زائد تعریفیں ہیں مگر ان میں سے ایک تعریف پر بھی سائنس دان متفق و مطمئن نہیں ہیں۔ Dr. Vinay Bhardwaj سات اپریل ۲۰۱۴ء کو اپنے ایک آرٹیکل "How do we define Death?" میں زندگی کی تعریف کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ‘‘Death has always fascinated humanity; its finality and its mystery pervade all cultures and all age groups. The loss and the pain of death have a universal effect on humanity. But when it comes to defining death, we falter and fail. The basic problem is that we've never really been able to define what is "living". When we don't know what is alive we really can't define death’’(۱)۔

قرآن حکیم دنیا و آخرت کی تمام سچائیوں کا منبع اور مرکز و محور ہے۔ قرآن حکیم میں جو بھی کلیات بیان ہوئے ہیں وہ حتمی اور آخری فیصلے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انسانوں کا ایک بڑا طبقہ قرآن حکیم سے بھی اتنا ہی ناواقف ہے جتنا کہ سائنس سے نا آشنا ہے۔ اس طبقہ میں سے کچھ کا رجحان مذہب کی طرف ہے جبکہ کچھ مذہب کے مقابلے میں سائنس کی طرف زیادہ جھکاؤ رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ مذہب اور سائنس میں برابری کے قائل ہیں۔ یہ لوگ اکثر شش و پنج کا شکار رہتے ہیں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ بقول مرزا غالب:

ایماں مجھے روکے ہے، جو کھینچے ہے مجھے کفر　　　　کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

ایک اور طبقہ سائنس کی محبت میں مذہب بیزار بن گیا اور مذہب کو دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ قرار دینے لگا۔ اس کے مقابلے میں خالص مذہبی ذہن رکھنے والا طبقہ بھی مذہب بیزاروں کے ردعمل میں سائنس کو کفر قرار دینے لگا۔ اس کشمکش میں سائنس اور مذہب کو ایک دوسرے کا مدمقابل سمجھا جانے لگا۔

سائنس دانوں میں سے بعض تو وہ ہیں کہ جان بوجھ کر مذہب دشمنی میں پیش پیش ہیں جبکہ بعض مذہبی رجحان رکھنے والے بھی ہیں۔ مذہب دشمنی رکھنے والے سائنس دان کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے کہ سائنس کو مذہب کے خلاف استعمال کریں، خواہ ان کے پاس تجربہ کی بھٹی پر پرکھے جانے سے قبل کا نظریہ ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ نظریہ کو جب تک تجربہ کی مدد سے پرکھا نہ جائے یہ حتمی نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی صورت میں یہ سائنسی قانون کہلا سکتا ہے۔ انہی غیر حتمی

نظریات کو سائنس سمجھنے والے حضرات نے سائنس کی مخالفت کر کے سائنس کو مذہب کا مدمقابل سمجھ لیا۔ ایک گروہ نے مذہب اور سائنس کو ہم آہنگ کرنے کے لیے قرآن حکیم پر سائنسی قوانین اور نظریات چسپاں کرنے شروع کر دیئے اور قرآن حکیم کی تفسیر میں سائنس کی لیپا پوتی کر دی حالانکہ قرآن حکیم سائنس کی کتاب نہیں اور نہ ہی سائنس کی محتاج ہے البتہ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے سائنس انسان کو سہولت فراہم کرتی ہے۔ یوں سائنس قرآن حکیم کی خادم ہے نہ کہ مدمقابل یا بالاتر۔ اس تمہید کے بعد اب زندگی کے بارے میں سائنسی نظریات کے ساتھ ساتھ قرآنی حقائق بیان کیے جائیں گے اور مختلف مفسرین کی آراء بھی مقالہ ہذا میں شامل کی جائیں گی۔

صاحبِ شعور مخلوق

یوں تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق لاتعداد اقسام پر محیط ہے مگر ان تمام مخلوقات میں سے تین مخلوقات ایسی ہیں جو صاحبِ تشخص اور صاحبِ شعور ہیں۔ ان میں اپنی ذات کا شعور موجود ہے۔ جو درج ذیل ہیں: ا۔ ملائکہ

۲۔ جنّات ۳۔ انسان

ملائکہ کی تخلیق نور سے ہوئی۔ انہوں نے اپنی ذات کی شعوری پہچان کی اور کہا کہ اے اللہ! ''ہم'' تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ جنات کی تخلیق آگ سے ہوئی۔ اور شیطان جو کہ جنّات میں سے ہے، اس نے اپنی ذات کے شعور کے بارے میں کہا کہ ''میں'' آدم (علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی، اور اپنی ذات کے شعور کے بارے میں ہمہ وقت آگاہ رہتے ہوئے ہر عمل میں کہتا ہے کہ ''میں'' نے یہ کام کیا۔ ''میں'' یہ کرتا ہوں (۲)۔

زندگی کی خصوصیات

سائنس دانوں کے مطابق زندگی کی کوئی مخصوص تعریف نہیں کی جا سکتی بلکہ جن چیزوں میں مندرجہ ذیل آٹھ خصوصیات پائی جائیں ان کو جان دار کہا جاتا ہے اور ان خصوصیات کے مجموعہ کو زندگی کہتے ہیں:

ا۔ عملِ تنفس ۲۔ افزائشِ نسل ۳۔ حرکت ۴۔ نشوونما ۵۔ حساسیت

۶۔ تغذیہ ۷۔ عمل اخراج ۸۔ عملِ تحوّل (۳)

زندگی کے لوازمات

زندگی خواہ انسانی ہو یا کسی اور مخلوق کی، اس کے لیے کچھ ضروری لوازمات ہیں۔ ان کے بغیر کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی اور اگر رہے گی بھی تو چند دن کے لیے ہی رہ سکے گی۔ اس کے بعد زندگی کا خاتمہ یقینی ہو جائے گا۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی جگہ مسلّم حیثیت ہے۔ زندگی کے یہ لوازمات درج ذیل ہیں:

ا۔ ہوا ۲۔ پانی ۳۔ خوراک ۴۔ عملِ تحوّل ۵۔ درجۂ حرارت ۶۔ عملِ اخراج

ہوا

زندہ رہنے کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز ہوا ہے۔ ہوا مختلف گیسوں کا آمیزہ ہے۔ ان گیسوں میں آکسیجن، ہائیڈروجن، کلورین، کاربن مونو آکسائیڈ، کاربن ڈائی آکسائیڈ، نائیٹروجن اور دیگر شامل ہیں۔ ان میں سے انسانی وحیوانی زندگی کے لیے زیادہ ضروری آکسیجن ہے جب کہ پودوں کی زندگی کے لیے کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن دونوں ضروری ہیں۔ انسان اور جانور آکسیجن کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ایک عام آدمی ہوا کے بغیر تقریباً تین منٹ تک زندہ رہ سکتا ہے۔ سانس لیتے وقت ہوا میں موجود تمام گیسیں ناک کے ذریعے سے پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہیں۔ پھیپھڑوں میں موجود ہوا کی تھیلیوں کے باہر خون کی باریک رگوں کا جال گیسوں کے اس آمیزہ میں سے آکسیجن کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور خون میں موجود کاربن ڈائی آکسائیڈ نفوذ کے عمل کے ذریعے پھیپھڑوں میں آجاتی ہے اور وہاں سے سانس کے ذریعے خارج کر دی جاتی ہے۔ خون میں آکسیجن جذب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خون میں لوہے کی کچھ مقدار رکھی ہے اور لوہے میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ پانی کی موجودگی میں آکسیجن کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ آکسیجن خون کے ساتھ مل کر پورے جسم کے ہر خلیہ تک پہنچتی ہے اور خلیہ میں موجود خوراک کے ساتھ عملِ تکسید و تخفیف (Redox Reaction) کر کے توانائی مہیا کرتی ہے۔ اگر آکسیجن نہ ہو تو جسم کو توانائی نہ مل سکے اور یوں توانائی کے بغیر زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ پودے دن کے وقت سورج کی روشنی، کاربن ڈائی آکسائیڈ اور اپنے پتوں میں موجود ایک کیمیائی مادے کلوروفل کی موجودگی میں خود کے لیے اور حیوانات کے لیے خوراک تیار کرتے ہیں۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور خوراک تیار کرنا ناممکن ہو جاتا ہے تو اس وقت پودے بھی کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کے بجائے آکسیجن گیس جذب کرنے لگتے ہیں۔ خلیہ کا تنفس یعنی طاقت بخش چیزوں کا خرچ آئنز کے تبادلے کا ایک خاص عجوبہ ہے جو پانی کے آئنز سے تعلق رکھتا ہے(۴)۔

پانی

اللہ تعالیٰ نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ پودوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ط فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى﴾(۵)۔

(اور آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے سے مختلف اقسام کے نباتات کی جوڑیاں پیدا کیں)۔

تمام جان دار اشیاء کے بارے میں سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَيٍّ﴾(۶)

(اور ہم نے ہر جان دار چیز کو پانی سے پیدا کیا)۔

جب ہر جاندار چیز کی ابتدا پانی سے ہوتی ہے تو اس چیز کی زندگی کی بقا کے لیے پانی کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی

ہے۔ اگر پانی نہ ہوتو کوئی بھی جان دار زندہ نہیں رہ سکتا۔ انسانوں اور حیوانات میں پانی جسم میں خون کی گردش کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اگر جسم میں پانی نہ ہوتو خون کی گردش میں دقت ہو اور جسم کے ہر خلیہ تک خوراک نہ پہنچ سکے۔ پانی نئی اور تازہ قوتِ حیات مہیا کرنے کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے خلیے پانی کے ختم ہو جانے (پیاس) کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ایک عام درجہ کے انسانی جسم کے اندر پانی سات سے چودہ دن تک باقی رہتا ہے۔ لہٰذا ایک عام انسان پانی کے بغیر چودہ دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ پودوں میں بھی پانی جڑوں سے پتوں تک نالیوں کے ذریعے سے پہنچتا ہے اور پھر پتوں میں تیار شدہ خوراک کو پودے کے تمام حصوں تک پانی کے ذریعے ہی پہنچایا جاتا ہے۔

پانی قوتِ حیات کی بنیاد ہے۔ پانی اور قوتِ حیات کے درمیان عظیم تعلق کو سائنس میں ابھی تک تسلی بخش طریقہ سے ظاہر نہیں کیا جا سکا۔ الیکٹرو کیمسٹری اور بائیو کیمسٹری کے ماہرین ابھی تک پوری تسلی کے ساتھ نہیں بتا سکے کہ ایک خاص وقت کے بعد پانی کے سالمے (Molecules) کیوں ضائع ہو جاتے ہیں اور ابھی تک یہ بھی دریافت نہیں ہو سکا کہ ایک خلیہ پانی کا ذخیرہ کیسے کر لیتا ہے۔ جسم کے غدودوں (Glands) میں خاص قسم کے ہارمون پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اپنے اندر اور ایک دوسرے کے درمیان پانی کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ پانی خلیوں کو تناؤ کی حالت میں رکھنے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے خلیے مرجھاتے نہیں (۷)۔

خوراک

خوراک زندہ جسم کے لیے زندگی کی بقاء میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ خوراک زندگی کی بقا کی ضامن ہے۔ یہ جسم کے ہر خلیہ میں پہنچ کر آکسیجن سے ساتھ مل کر توانائی پیدا کرتی ہے۔ یہ توانائی زندگی کی بقا کے لیے ضروری ہے۔ اسی توانائی کی بدولت حرکت ممکن ہوتی ہے اور مزید خوراک کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ خوراک کے بغیر جسم میں لاغر پن آ جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد زندگی کا اختتام ہو جاتا ہے۔ ایسے شواہد بھی ملے ہیں کہ بغیر کچھ کھائے پیئے ایک انسان ۱۴۰ دن تک بھی زندہ رہا۔ خوراک میں ہر وہ چیز شامل ہے جو جسم کے لیے فائدہ مند ہو۔ بنیادی طور پر خوراک کے پانچ گروہ ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ لحمیات (Protines) ۲۔ نشاستہ (Carbohydrate) ۳۔ نمکیات (Minerals)

۴۔ چکنائی (Fats) ۵۔ حیاتین (Vitamines)

گوشت، انڈے اور دالیں وغیرہ اپنے اندر لحمیات رکھتی ہیں۔ نشاستہ والی غذاؤں میں چاول، گندم اور دیگر فصلیں شامل ہیں۔ نمکیات جسم میں مثبت اور منفی چارج پیدا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ بہت سے ایسے نمکیات جو انسانی

جسم کے اندر پائے جاتے ہیں، زہریلے بھی ہیں۔ چکنائی میں چربی اور خوردنی تیل شامل ہیں۔ حیاتین پھلوں میں پایا جاتا ہے۔ دھوپ سے بھی حیاتین D حاصل ہوتا ہے۔ چکنائی اور نشاستہ جسم میں سب سے زیادہ توانائی فراہم کرتے ہیں۔

عملِ تحوّل

جسمانی خلیوں کے اندر ہمہ وقت تعمیری اور تخریبی عمل ہوتے رہتے ہیں۔ تعمیر اور تخریب کے اس عمل کو مجموعی طور پر عملِ تحول (Metabolism) کہتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں عملِ تحوّل کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"The sum of the chemical reactions that take place within each cell of a living organism and that provide energy for vital processes and for synthesizing new organic material"(8).

خلیوں (Cells) کے اندر تعمیری عمل کو اینابولزم (Anabolism) اور تخریبی عمل کو کیٹابولزم (Catabolism) کہتے ہیں۔ تعمیری اور تخریبی عمل تحوّل کو انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"The sequences of enzyme-catalyzed reactions by which relatively complex molecules are formed in living cells from nutrients with relatively simple structures"(9).

تخریبی عمل تین مراحل میں مکمل ہوتا ہے۔ پہلے مرحلے میں بڑے مالیکیول ٹوٹتے ہیں۔ دوسرے مرحلے میں چھوٹے مالیکیول ٹوٹتے ہیں اور تیسرے مرحلے میں آکسیجن کی مدد سے توانائی کا اخراج ہوتا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ان تین مراحل کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"The sequences of enzyme-catalyzed reactions by which relatively large molecules in living cells are broken down, or degraded. Part of the chemical energy released during catabolic processes is conserved in the form of energy-rich compounds"(10).

درجہ حرارت

زندگی کے لیے جسم کے اندر اور باہر کا الگ الگ مخصوص درجہ حرارت ضروری ہے۔ اگر جسم کے اندر مخصوص درجہ حرارت نہ ہو تو جسم اندرونی طور پر ٹھنڈا ہو جائے اور خون سمیت جسم کے تمام خلیے سردی کی وجہ سے جم جائیں تو موت واقع

ہو جائے۔ اسی طرح جان داروں کے ماحول کا مخصوص درجہ حرارت بھی ضروری ہے۔ اگر ماحول کا درجہ حرارت کم ہو تو بھی موت واقع ہو جاتی ہے۔ بعض جان داروں کے جسم کا درجہ حرارت موسم کے مطابق تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ انہیں ٹھنڈے خون والے جان دار کہا جاتا ہے۔ ایسے جان داروں کو سردی یا گرمی کا احساس نہیں ہوتا۔ بعض جان دار ایسے ہیں کہ موسم کے مطابق ان کا جسمانی درجہ حرارت تبدیل نہیں ہوسکتا۔ انہیں گرم خون والے جان دار کہا جاتا ہے۔ ایسے جان داروں کو گرمی اور سردی کا احساس ہوتا ہے۔ انسانی جسم کا درجہ حرارت سینتیس درجے سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ پودوں کی زندگی کی بقا کے لیے بھی مخصوص درجہ حرارت کی خاص اہمیت ہے۔

عملِ اخراج

کھائی گئی خوراک عملِ تحول کے دوران ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں توانائی پیدا ہوتی ہے اور کچھ فاسد مادے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ یہ فاسد مادے سانس، پسینہ اور پیشاب کے ذریعے سے خارج کر دیے جاتے ہیں۔ اگر ان فاسد مادوں کا اخراج نہ ہو اور یہ جسم کے اندر ہی رہیں تو جسم کے لیے انتہائی نقصان کا باعث بن جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ تک ان فاسد مادوں کی جسم میں موجودگی کی وجہ سے بہت سی بیماریاں لگ جاتی ہیں اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اس لیے زندگی کی بقا کے لیے دیگر لوازمات کی طرح عملِ اخراج بھی ضروری ہے۔

زندگی کے درجات

زندگی کے بارے میں مسلم مفکرین کے دو مختلف نظریات ہیں۔ ایک یہ کہ حیات ایک وجودی چیز ہے اور دوسرا یہ کہ یہ ایک حال ہے جو انسانی جسم پر طاری ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے ائمہ تفسیر سے منقول ہے کہ موت اور حیات دو مجسم مخلوق ہیں (۱۱)۔ تفسیر مظہری میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل پر اور زندگی کو چتکبری گھوڑی کی شکل پر پیدا کیا ہے۔ اس نظریہ کو ماننے والے گروہ کے نزدیک موت اور حیات صفات نہیں بلکہ جسم ہیں۔ مگر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے نزدیک ان کا یہ خیال غلط ہے (۱۲)۔

قرآن حکیم میں زندگی کی تخلیق کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً﴾ (۱۳)

(اللہ وہ ذات ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے اچھے اعمال کون کرتا ہے)۔

حیات اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور مخلوق کی بھی۔ زندہ چیز صرف وہی ہے جس میں یہ دو صفات پائی جاتی ہوں: ۱۔ قدرت ۲۔ ارادہ (۱۴)

قرآن حکیم نازل ہونے سے پہلے زندگی کا تصور عموماً جانوروں تک محدود تھا۔بعض حلقوں میں نباتات کو بھی اس زمرے میں شامل کیا جاتا تھا۔پھر قرآن حکیم نے انتہائی صراحت کے ساتھ جانوروں اور پودوں سے ماوراء نظریہ پیش کیا۔تمام زندہ چیزوں سے متعلق یہ نظریہ DNA کی دریافت کے بعد سائنس دانوں کی سمجھ میں آیا(۱۵)۔قرآن حکیم کا یہ نظریہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾(۱۶)۔

(اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی کے ذریعے پیدا کیا۔کیا وہ نہیں مانتے)۔

ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے مطابق قوت حیات پانی سے نکلتی ہے اور پانی ہی سے توانائی حاصل کرتی ہے۔اس آیت میں جَعَلْنَا کا لفظ پانی سے قوت دینے کو ظاہر کرتا ہے۔اس سے مراد پانی سے تخلیق نہیں ہے۔اگر پانی سے تخلیق مراد ہوتی تو جَعَلْنَا کے بجائے خَلَقْنَا ہوتا(۱۷)۔سائنس کے مطابق ایسی اشیاء جن میں مذکورہ بالا صفات نہ پائی جائیں وہ بے جان یعنی مردہ ہیں جب کہ قرآن حکیم اس کے خلاف کہتا ہے۔قرآن حکیم کے مطابق پہاڑ انکار بھی کر سکتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں (جبکہ سائنس کے مطابق پہاڑ بے جان ہیں، نہ تو ان میں اقرار یا انکار کی سوجھ بوجھ ہے اور نہ ہی وہ ڈر سکتے ہیں)۔

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا﴾(۱۸)

(ہم نے بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے)۔

قاضی مظہر صاحب پانی پتی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ارادہ اور عمل کی استعداد کے مطابق تمام مخلوقات کو مختلف درجات کی زندگی عطا فرمائی ہے۔یہ درجات درج ذیل ہیں۔

۱۔حیاتِ انسانی ۲۔حیاتِ حیوانی ۳۔حیاتِ نباتی ۴۔حیاتِ جماداتی(۱۹)۔

حیاتِ انسانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی زندگی عطا فرمائی کہ جس کے نتیجے میں اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو گئی۔یہی وہ حیات (قدرت وارادہ) ہے جس کو انسان نے برداشت کیا اور تمام آسمان وزمین اور پہاڑ اس کو اٹھانے سے خوف زدہ ہو گئے(۲۰)۔

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾(۲۱)

(ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھالیا)۔

انسانی زندگی روحِ انسانی کے پھونکے جانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا(۲۲):

﴿اَ وَمَنْ كَا نَ مَيْتًا فَاَ حْيَيْنَا هُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِىْ بِهٖ فِى النَّاسِ﴾(۲۳)

(بھلا جو پہلے مردہ تھا پس ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کردی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے)۔

تفسیر مظہری کے مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسانی جسم سے روح نکل جاتی ہے تو وہ جان دار نہیں رہتا۔

حیاتِ حیوانی

جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسی حیات دی کہ اس میں حس اور حرکتِ ارادی ہے۔ یہ حیات روحِ حیوانی پھونکے جانے سے حاصل ہوتی ہے(۲۴)۔ اس زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُنْتُمْ اَمْوَا تًا فَاَ حْيٰنكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ﴾(۲۵)

(تم مردہ تھے پھر ہم نے تمہیں زندگی عطا کی۔ پھر وہی تمہیں مارے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا)۔

حیاتِ نباتی

نباتات بھی زندگی سے بے بہرہ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پودوں کو جو زندگی عطا کی ہوئی ہے وہ پودوں میں نمو یعنی (نشوونما) تناسبِ طبعی کے مطابق لمبائی، چوڑائی اور موٹائی میں اضافہ کی صفات والی زندگی ہے۔ یہ زندگی نفسِ نباتی کے پھونکے جانے سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن حکیم کی یہ آیات نباتی زندگی پر دلالت کرتی ہیں(۲۶):

﴿وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾(۲۷)

(اور بعض ایسے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں)۔

﴿وَ اللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَ حْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾(۲۸)

(اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا)۔

حیاتِ جماداتی

جمادات میں اوپر درج کردہ تین اقسام کی زندگیوں میں سے ایک بھی قسم کی زندگی نہیں ہے۔ ان کے لیے

قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے(۲۹): ﴿اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (۳۰)
(وہ بے جان ہیں زندگی کے بغیر، ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے)۔

جمادات میں اس انداز کی حیات ہے کہ صرف تسبیح وتحمید تک ہی محدود ہے کیونکہ بغیر حیات کے تسبیح اور حمد ممکن نہیں ہے۔ان کی تسبیح وتحمید تکوینی ہے۔تسبیح وتحمید کے علاوہ جمادات کچھ نہیں کر سکتے (۳۱)۔اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں ارشاد ہے:

﴿وَ اِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ (۳۲)
(اور کوئی چیز ایسی نہیں، جو اس کی تسبیح اور تعریف نہ کرتی ہو)۔

علم سائنس کے آلات ابھی تک اس تسبیح کو سننے کے قابل نہیں ہو سکے اور نہ ہی اس کی تا حال سائنسی انداز میں وضاحت ممکن ہوئی ہے۔حواس خمسہ (سائنس) اور انسانی ذہن کے لیے یہ ایک نا قابل فہم معمہ ہے اور انسان اس زندگی کا ادراک نہیں کر سکتا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں شہید کی زندگی کے بارے میں فرمایا کہ شہید زندہ ہیں مگر تم لوگ اس کا شعور نہیں رکھتے۔

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (۳۳)
(جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں مگر تم اس کا شعور نہیں رکھتے)۔

دو زندگیاں اور دو اموات

انسان کو زندگی اور موت صرف ایک ایک بار نہیں ملتیں بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں دو زندگیوں اور دو اموات کی حقیقت کو بیان فرماتا ہے۔

﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (۳۴)
(تم اللہ تعالیٰ کا انکار کیوں کر کرتے ہو حالانکہ تم موت کی حالت میں تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کیا۔ پھر وہ تمہیں دوبارہ موت کی حالت میں لے جائے گا۔ پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا)۔

جب انسان اس دنیا میں نہیں تھا تو وہ نہ ہونے کی کیفیت تھی اور یہ کیفیت انسان کے مردہ ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔اس حالت کو قرآن حکیم ایک اور انداز میں بیان فرماتا ہے۔

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا﴾ (۳۵)

(کیا انسان پر ایسا زمانہ نہیں آیا کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا)۔

موت کے بعد زندگی اور زندگی کے بعد پھر موت اور اس کے بعد پھر زندگی یہ ایک ایسا راز ہے کہ آج کی سائنس ہی نہیں بلکہ انسان ہمیشہ سے اس کے حل کے لیے بے تاب رہا ہے۔ اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کی موجودہ زندگی انسانی سفر کی ایک کڑی ہے۔ اس سے پہلے انسان موت کی حالت میں تھا اور اس کے بعد بھی موت ہی کی حالت میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کو اگر ''ہونا'' تخلیق کیا ہے تو پھر موت کو ''ان ہونا'' نہیں بنایا۔ بلکہ زندگی اور موت، انسان کے زمان اور مکان کے سفر میں دو ادوار ہیں۔ جب ایک خاص دور جسم کے اندر ہوتا ہے تو اسے زندہ کہتے ہیں اور جب وہ دور جسم میں نہیں ہوتا تو اسے مردہ کہتے ہیں (۳۶)۔

حیات کے نامیاتی مادّے

زمین کی پیدائش کے کروڑوں سال بعد اس کی بالائی تہوں پر ٹھنڈا ہونے کے بعد ہائیڈروجن، نائیٹروجن، آکسیجن اور کاربن سے متعلق کیمیائی روابط رونما ہوئے۔ ان عناصر کے آپس میں کیمیائی تعاملات ہوئے اور ان تعاملات کی بناء پر درج ذیل مرکبات وجود میں آئے۔

ہائیڈروجن مالیکیول	H_2	پانی	H_2O
ہائیڈروجن سائینائیڈ	HCN	امونیا	NH_3
کاربن ڈائی آکسائیڈ	CO_2	میتھین	CH_4

ان مرکبات کے ظہور میں آنے کے بعد ہوا کی نمی ٹھنڈی ہوئی، بارش بن کر برسی اور صدیوں تک بارش ہوتی رہی جس نے یہ چھ مرکبات ساحلِ سمندر پر پہنچا دیے۔ یہ گیلی مٹی عرصہ دراز گزرنے کے بعد چکنی ہوگئی۔ اس چکنی مٹی کو قرآن حکیم میں ''طین'' کہا گیا ہے (۳۷):

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ﴾ (۳۸) (وہ ذات جس نے تمہیں چکنی مٹی سے پیدا کیا)۔

یہ گیلی مٹی (طین) جب مندرجہ بالا چھ مرکبات سے ملی تو چپکنے لگی، یہ ''طینٍ لّازب'' کہلائی (۳۹)۔

﴿اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِنْ طِیْنٍ لّازِبٍ﴾ (۴۰) (ہم نے ان کو چکنی مٹی سے پیدا کیا)۔

پھر طویل عرصہ تک یہ مٹی دھوپ میں خشک ہوئی تو ٹھیکری کی طرح بجنے والی مٹی میں تبدیل ہوگئی (۴۱)۔ اس مرحلے کو قرآن حکیم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ﴾ (۴۲)

(انسان کو ٹھیکری کی طرح کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا)۔

اس کے ساتھ ساتھ درج بالا عناصر کے باہمی کیمیائی ملاپ سے بہت سارے مرکبات کی تشکیل ہوئی۔ جن میں سے پانچ مرکبات کا انسانی تخلیق میں اہم کردار ہے۔

۱۔شکر ۲۔گلیسرین ۳۔چکنائی والے تیزاب ۴۔لحمیاتی تیزاب ۵۔نائیٹروجنی گیسیں

یہ پانچ مرکبات مٹی کے کیمیائی نچوڑ کے طور پر سامنے آئے۔ انہیں قرآن حکیم کی یہ آیت وضاحت سے بیان کرتی ہے(۴۳)۔

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾(۴۴)(اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا)۔

درج بالا پانچ مرکبات کے باہم ملنے سے مزید پانچ اہم اور پیچیدہ گروہ بنے۔

۱۔ایڈینوسین فاسفیٹ	Adinosene Phosphate
۲۔پولی سیکائیڈز	Poly Sachaides
۳۔چکنائیاں	Fats
۴۔لحمیات	Proteins
۵۔نیوکلیئک ایسڈز	Nucleic Acids

ان پانچ مرکبات کے باہم کیمیائی تعاملات کے نتیجے میں سُلٰلَةٍ من طین میں دو خاصیتیں پیدا ہوئیں۔

۱۔خودکار عملِ تولید	Autoreproduction
۲۔قابلِ توارث تبدیلیاں	Mutations

اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کے کیمیائی مرکب ڈی آکسی رائبو نیوکلیئک ایسڈ (Deoxyribo Nucleic Acid) میں تقسیم در تقسیم ہونے کی خاصیت رکھی ہے۔ اس طرح زندگی کی بقاء اور اس کے تسلسل کا محافظ DNA لونیہ اجسام بناتا ہے جسے کروموسوم (Chromosomes) کہتے ہیں۔ DNA کے ماتحت ایک اور نیوکلیئک ایسڈ (Ribo Nucleic Acid (RNA)) بنتا ہے جو لحمیات کو پیدا کرتا ہے اور DNA کے ماتحت ہی انسانی جسم کی تخلیق سے متعلق بہت سارے کاموں کی انجام دہی کا ذمہ دار ہے(۴۵)۔

زندگی کا آغاز

اسی مرحلہ پر زندگی کے عمل کا آغاز ہوا اور اس پر عملِ حیات کی بنیاد رکھی گئی۔ ان کیمیائی مراحل کے نتیجے میں ابتدائی حیاتیاتی خلیے وجود میں آئے جو زندگی کا نقطہ آغاز بن گئے۔ یہی مرحلہ غیر نامیاتی مادے کو نامیاتی مادے میں تبدیل

کرنے کا باعث بنا۔اور اس میں خود کار تولیدی عمل اور قابلِ توارث تبدیلی جیسی خصوصیات نے جنم لیا۔اسی مرحلہ پر اللہ ربّ العزّت نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کیمیائی مرکب کو، جو سُلٰلة من طین کی صورت میں تھا،حضرت آدم علیہ السلام کی شکل میں جلوہ گر ہونے کا حکم دیا(۴۶)۔

﴿فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ﴾ (۴۷)

(اور جب میں اسے بنا کر برابر کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا)۔

یہ انسانی زندگی کے آغاز کا پہلا مرحلہ تھا جب پہلا انسانی وجود حضرت آدم علیہ السلام کی شکل میں تشکیل دیا گیا۔ اس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی تشکیل و تخلیق کے ساتھ ساتھ تخلیق کے تسلسل کا ذریعہ بنایا گیا۔

انسانی جسم میں زندگی کی مثال

انسانی جسم میں زندگی کی مثال ایک برتن میں پانی جیسی ہے۔ پانی کو قابو کرنے کے لیے برتن کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور اگر برتن ٹوٹ جائے تو پانی زمین میں جذب ہو جاتا ہے یا ہوا میں اُڑ جاتا ہے۔اسی طرح انسان کو زندگی میں ایک جسم چاہئے۔اس جسم کے بغیر انسان تحلیل ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ جسم صحیح حالت میں ہوتا ہے تو انسان اس کے اندر بیٹھا رہتا ہے اور جب یہ رہنے کے قابل نہیں رہتا مثلاً بیمار ہو گیا، قتل کر دیا گیا یا بہت بوڑھا ہو کر ناکارہ ہو گیا، تو پھر انسان اس کو چھوڑ دیتا ہے۔اور چھوڑتا بھی اس انداز سے ہے جیسے برتن ٹوٹنے پر پانی باہر آ جاتا ہے(۴۸)۔

زندگی کے بارے میں نظریات

زندہ اجسام کی پیدائش کے بارے میں تین نظریات مشہور ہیں۔

۱۔ازخود حیات کا نظریہ ۲۔حیات از حیات کا نظریہ ۳۔قرآنی نظریہ

ازخود حیات کا نظریہ

اس نظریے کا بانی ارسطو کو سمجھا جاتا ہے۔اس نظریے کے مطابق زندہ چیزیں مردہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ارسطو نے اس کی عجیب مثالیں دی ہیں۔مثلاً میل کچیل سے جوؤں کا پیدا ہونا، گارے اور کیچڑ سے مچھلیوں کا بننا، گوشت میں سُنڈیاں پیدا ہو جانا اور مٹی سے کیڑے مکوڑوں کا پیدا ہونا وغیرہ۔لوگوں کی اکثریت اس نظریے کی حامی تھی تا آنکہ حیات از حیات کا نظریہ پیش کیا جاتا۔حیات از حیات کا نظریہ پیش کیے جانے سے قبل لوگوں کی اکثریت اسی نظریے کی حامی تھی۔اور دلچسپ امر یہ ہے کہ ارسطو اور اس کے ہم خیال افراد نے اپنی بصیرت اور وجدانی شعور سے ازخود حیات کا جو نظریہ پیش کیا تھا بعد ازاں قرآن مجید نے بھی اس نظریے کے حقیقت ہونے کی تائید کی۔

حیات از حیات کا نظریہ

اس نظریے کے مطابق زندہ چیزیں صرف زندہ سے ہی پیدا ہوسکتی ہیں۔ زندہ چیزوں کا مُردہ سے پیدا ہونا ناممکنات میں سے ہے۔ اس نظریے کا بانی اٹلی کا سائنس دان ریڈی تھا۔ اسی زمانے میں ایک اور سائنس دان سپیلنز نی نے بھی یہی نظریہ پیش کیا اور ریڈی کے نظریہ پر مُہرِ تصدیق ثبت کردی۔ ریڈی اور سپیلنز نی کا یہ نظریہ مشاہدات اور تجربات پر مبنی تھا۔ اس نظریے کے پیش ہونے کے بعد سے از خود حیات کا نظریہ دم توڑ گیا۔

قرآنی نظریہ

قرآن حکیم نے جو نظریہ پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو جیسے چاہے پیدا کردے۔ وہ کسی کو پیدا کرنے میں مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اور نہ ہی پیدا کرنے کے لیے کسی کے مشورے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شروع میں ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا اور پھر اس جوڑے سے آگے ہر نوع کی نسلیں چلائیں۔ انسان کی پیدائش کے لیے اللہ تعالیٰ نے چار طریقوں سے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جمادات (مٹی) سے پیدا فرمایا۔

۲۔ حضرت حوّا رضی اللہ عنہا کو ماں باپ کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کے جسم سے پیدا فرمایا۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے، صرف ماں سے پیدا فرمایا۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کی تمام نسل کو ماں اور باپ کے ملاپ کے ذریعے پیدا فرمایا۔

قرآنی نظریے کے مطابق انسان کی پیدائش کے ان چار طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

انسان کی طرح باقی جان داروں کی بھی اللہ تعالیٰ نے شروع میں جوڑی جوڑی بنائی اور پھر ان جوڑیوں سے ان جان داروں کی نسلیں چلائیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے پیدا کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

﴿یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ﴾ (۴۹)

(وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اسی طرح تم لوگ بھی [موت کی حالت سے] نکال لیے جاؤ گے)۔

قرآن حکیم میں اس آیت سے ملتی جلتی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ مگر اس آیت کی ابتدا ان الفاظ سے ہو رہی ہے کہ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اس ابتدا سے اس آیت میں ایک خاص حیاتیاتی مظہرِ قدرت کی جھلک نظر آتی ہے۔

اکثر مفسرین نے اس آیت کے مجازی معنی مراد لیے ہیں کہ زندگی سے مراد ایمان ہے اور موت سے مراد کفر ہے۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی ان معانی کو قابلِ عزت خیالات کہتے ہوئے اپنا نقطہ نظر بیان کرتا ہے اور کہتا ہے:

"However, the comparison of these events to the Resurrection in the last part of the verse clearly implies that the first meaning has a scientific, biological aspect. Let us list a few biological phenomena where the living things emerge from the dead.

1. Some organisms die at the moment of delivery. This the invitable fate of these species.

2. Those who return from dead"(50).

ڈاکٹر ہلوک نور باقی کے اس بیان کے مطابق مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کی پیدائش کے بارے میں قرآن حکیم میں مجازی معنی نہیں ہیں بلکہ وہ مردہ سے زندہ کی پیدائش کے بارے میں شواہد بیان کرتا ہے کہ ایک قسم کی مثال میں زندہ مخلوق مردہ سے پیدا ہوتی ہے اور دوسری قسم کی مثال میں مخلوق مردہ حالت سے زندگی کی طرف لوٹتی ہے۔ پہلی قسم کی مخلوق میں سانپ نما بام مچھلی شامل ہے جو دریاؤں کے ڈیلٹا میں پائی جاتی ہے۔ ایک اور قسم کی بام مچھلی خلیج میکسیکو میں طویل سفر طے کر کے انڈے دینے کی مخصوص جگہ تک پہنچتی ہے اور بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی مر جاتی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ بچے مردہ سے نکلتے ہیں۔ ذہن کو چکرا دینے والی بات یہ ہے کہ یہی بچے پیدائش کے بعد کسی گائیڈ کی عدم موجودگی میں بحرِ اوقیانوس میں اس ڈیلٹا تک پہنچ جاتے ہیں جہاں سے ان کی ماں آئی تھی۔ یہاں پہنچ کر یہ اسی جگہ رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ فاصلہ دس ہزار کلومیٹر کا ہے۔

مکڑیوں اور تتلیوں کی کچھ اقسام انڈے دینے سے چند سیکنڈ قبل ہی مر جاتی ہیں۔ مکڑیوں کی کچھ اقسام ایسی بھی ہیں جن میں مادہ مکڑی، نر مکڑی کو جفتی کے عمل کے دوران ہی مار ڈالتی ہے اور اس نر کا مادہ منویہ اس کی موت کے بعد ہی مادہ مکڑی کے اندر بہہ کر داخل ہوتا ہے۔ یوں مردہ مکڑی کے مادہ منویہ سے زندہ بچے جنم لیتے ہیں (۵۱)۔ انسانوں میں بھی کئی واقعات ایسے ہیں کہ بچہ اپنی ماں کی وفات کے چند گھنٹوں بعد پیدا ہوا اور یہ واقعات خاصی بڑی تعداد میں ہیں۔

دوسری قسم میں وہ شامل ہیں جو مردہ حالت سے واپس آئے۔ پچھلے کئی سال میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ان ہزاروں لوگوں پر بہت دل چسپ اور سنجیدہ تحقیقات کی گئی ہیں جو طب کے اصولوں کے تحت مردہ قرار دے دیئے گئے تھے مگر بعد میں وہ زندگی کی طرف لوٹ آئے۔ امریکہ کی مختلف یونیورسٹیوں میں علیحدہ علیحدہ قسم کے تجربات کیے گئے۔ ریمنڈ موڈی نے ایسے پچانوے افراد کے تجربات رقم کیے ہیں جن کو ان کی موت سے زندگی میں دوبارہ واپس آنے کا موقع

ملا تھا۔ امریکہ کے مختلف حصوں کے ان لوگوں کے وہ تجربات جو انہیں اس وقت ہوئے جب ان کے دلوں کی کوئی دھڑکن ریکارڈ نہیں ہو سکتی تھی، ہمیشہ ایک جیسے ہی نکلے۔ یعنی وہ لامحدود فضائے بسیط میں ایک دمکتی ہوئی لافانیت تھی۔ کنیکٹی کٹ یونیورسٹی کے پروفیسر کینیث رِنگ نے بھی اسی قسم کے نتائج ظاہر کیے ہیں۔ کچھ لوگوں نے ان نتائج کے حامل مردوں کو عیسائیت سے اثر پذیر بتایا مگر جب کارلس اوسس نے ویتنام اور ہندوستان کی تحقیقات سے بھی یہی نتائج اخذ کیے تو پھر ان کو بھی معتبر سائنسی مطبوعات میں شائع کیا گیا۔ درج بالا مثالیں ازخود حیات کی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو جس طرح چاہے پیدا کردے اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے(۵۳)۔

مستعد اور چلتے ہوئے آتش فشاں پہاڑوں سے بہنے والے لاوے کے ذریعے لاوے کی غاریں بن جاتی ہیں۔ ان غاروں کا درجہ حرارت ۲۰۰۰ سے ۳۰۰۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک ہوتا ہے۔ ایک آتش فشانی جزیرے سرٹسے (Sertsey) میں اسی قسم کی ان غاروں میں نئی زندگی کی تخلیق کے ممکنات پر تحقیق کرنے والی ایک ٹیم نے ایک غار میں سانپ سے ملتی جلتی ایک مخلوق کا سراغ لگایا۔ یہ ایک دیو ہیکل کیڑا تھا جو ڈیڑھ دو میٹر لمبا تھا۔ یہ لمبا کیڑا کسی اور کیڑے کی طرح کا نہیں تھا۔ اس میں نہ تو کوئی نظامِ ہضم تھا اور نہ ہی کوئی نظامِ تنفس تھا۔ یہ واقعہ بھی عدم سے زندہ مخلوق کو پیدا کرنے کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ ۳۰۰۰ ڈگری سینٹی گریڈ کی حدت سے بنی ہوئی اس غار میں، جہاں کہ کسی قسم کے کوئی نامیاتی مرکبات بھی نہ ہوں، وہاں ڈیڑھ سے دو میٹر لمبے کیڑے بھی پیدا ہو سکتے ہیں(۵۳)۔

تمام جان داروں کی پہلی نسل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام اَلْـمُبدِیءُ ہے جس کا مطلب ہے پہلی بار پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جان دار کی پہلی نسل کو جوڑی کی صورت میں پیدا فرمایا اور پھر اس جوڑی سے آگے افزائش نسل ہوئی۔ پہلی بار پیدا کرنے کے بارے میں قرآن حکیم میں یہ ارشادات آئے ہیں۔

﴿ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ﴾ (۵۴)

(وہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا)۔

﴿قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾ (۵۵)

(کہہ دو کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا تو تم کہاں الٹے جا رہے ہو)۔

نتائج

مندرجہ بالا بحث سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ سائنس کے مطابق زندگی کی جامع اور مانع تعریف نہیں کی گئی بلکہ چند صفات کے مجموعہ کو زندگی کی علامات بتا دیا گیا ہے۔

۲۔ قرآن حکیم کے مطابق بعض اجسام کی زندگی کو سائنس تا حال نہیں سمجھ سکی جیسے شہداء کی زندگی۔

۳۔ جمادات کی زندگی کے بارے میں بھی سائنس تا حال کچھ دریافت کرنے سے قاصر ہے اور اس قرآنی حقیقت تک بھی سائنس کی رسائی نہیں ہوسکی کہ جمادات ذکر کرتے ہیں۔

۴۔عدم سے اچانک زندگی کا ظہور مشاہدات میں تو آیا ہے مگر سائنس اس کی توضیح بیان نہیں کرسکتی۔

۵۔ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کی پیدائش کی حقیقت کو ابھی تک سائنس نہیں سمجھ سکی۔

۶۔ سائنس اپنی حدود میں اس قدر جکڑی ہوئی ہے کہ قرآن حکیم میں بیان کیے گئے حقائق تک پہنچنے کے لیے کروڑوں سال بھی ناکافی ہیں۔

۷۔ارسطو نے اپنے وجدانی شعور سے ازخود حیات کا جو نظریہ پیش کیا اس کی بنیاد تجربات پر نہیں تھی نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظری پاکیزگی انسان کے وجدان میں وہ بصیرت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ بغیر تجربات کے بھی حقائق کا ادراک کر لیتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔http://www.healthcaremagic.com/insights/how-do-we-define-death/65?utm_content=buffer85f6e&utm_medium=social&utm_source=twitter.com&utm_campaign=buffer

۲۔ بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمد، انجمن خدام القرآن، پشاور، ط۲، اپریل ۲۰۱۱ء، ج۱، ص ۱۴۸

۳۔ جسم کے اندر خوراک اور آکسیجن کے کیمیائی ملاپ کی وجہ سے ہر وقت توڑ پھوڑ کا عمل جاری رہتا ہے جس کے نتیجے میں توانائی ملتی ہے۔ اس عمل کو تحول کہتے ہیں۔

۴۔Verses from the Holy QURAN and the Facts of Science, Dr Haluk Nurbaki, Indus Publishing Corporation,HighCourtRoad,Karachi,1stEdition,1992,P115.

۵۔ سورۃ طٰہٰ، ۲۰:۵۳۔

۶۔ سورۃ الانبیاء، ۲۱:۳۰۔

۷۔Verses from the Holy QURAN and the Facts of Science, P11

۸۔ Encyclopedia Britannica Ultimate Reference Suite. Chicago:2012 (DVD).

۹۔ Encyclopedia Britannica Ultimate Reference Suite. (DVD).

۱۰۔ Ditto.

۱۱۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف، احاطہ دار العلوم، کراچی نمبر ۱۴، ۲۰۰۱ء، ج ۸، ص ۵۱۵۔

۱۲۔ تفسیر مظہری، ثناء اللہ پانی پتی، دار الاشاعت، اردو بازار کراچی، ۱۹۹۹ء، ج ۱۲، ص ۱۶۔

۱۳۔ سورۃ الملک، ۶۷:۲۔

۱۴۔ تفسیر مظہری، ج ۱۲، ص ۱۴۔

۱۵۔ Verses From The Holy QURAN And The Facts Of Science, P112.

۱۶۔ سورۃ الانبیاء، ۲۱:۳۰۔

۱۷۔ Verses From The Holy QURAN And The Facts Of Science, P112.

۱۸۔ سورۃ الاحزاب، ۳۳:۷۲۔

۱۹۔ تفسیر مظہری، ج ۱۲، ص ۱۴۔

۲۰۔ ایضاً۔

۲۱۔ سورۃ الاحزاب، ۳۳:۷۲۔

۲۲۔ تفسیر مظہری، ج ۱۲، ص ۱۴۔

۲۳۔ سورۃ الانعام، ۶:۱۲۲۔

۲۴۔ تفسیر مظہری، ج ۱۲، ص ۱۴۔

۲۵۔ سورۃ البقرہ، ۲:۲۸۔

۲۶۔تفسیر مظہری، ج۱۲،ص۱۴۔

۲۷۔سورۃ البقرہ، ۲:۷۴۔

۲۸۔سورۃ النحل، ۱۶:۶۵۔

۲۹۔تفسیر مظہری، ج۱۲،ص۱۴۔

۳۰۔سورۃ النحل، ۱۶:۲۱۔

۳۱۔تفسیر مظہری، ج۱۲،ص۱۴۔

۳۲۔سورۃ بنی اسرائیل، ۱۷:۴۴۔

۳۳۔سورۃ البقرہ،۲:۱۵۴۔

۳۴۔سورۃ البقرہ،۲:۲۸۔

۳۵۔سورۃ الدھر، ۷۶:۱۔

۳۶۔کتابِ زندگی، ڈاکٹر سلطان بشیر محمود، دارالحکمت اسلام آباد،ص۶۹۔

۳۷۔تفسیر منہاج القرآن، ڈاکٹر طاہر القادری، ادارہ منہاج القرآن لاہور،۱۹۹۲ء، ج۱،ص۴۷۸۔

۳۸۔سورۃ الانعام، ۶:۲۔

۳۹۔تفسیر منہاج القرآن، ج۱،ص۴۷۸۔

۴۰۔سورۃ الصّٰفٰت، ۳۷:۱۔

۴۱۔تفسیر منہاج القرآن، ج۱،ص۴۷۸۔

۴۲۔سورۃ الرحمٰن، ۵۵:۱۴۔

۴۳۔تفسیر منہاج القرآن، ج۱،ص۴۷۸۔

۴۴۔سورۃ المومنون،۳۲:۱۲۔

۴۵۔تفسیر منہاج القرآن، ج۱،ص۴۷۸۔

۴۶۔تفسیر منہاج القرآن، ج۱،ص۴۷۸۔

۴۷۔سورۃ الحجر، ۱۵:۲۹۔

۴۸۔کتابِ زندگی،ص۶۹۔

۴۹۔سورۃ الروم، ۳۰:۱۹۔

۵۰۔ Verses From The Holy QURAN And The Facts Of Science, P278, P279.

۵۱۔ Ibid.

۵۲۔ Ditto, P279-280.

۵۳۔ Ditto, P278.

۵۴۔سورۃ یونس،۱۰:۴۔

۵۵۔سورۃ یونس،۱۰:۳۴۔